خواتین کی طاقت: بیسویں صدی کا فریب

پروفیسر عبدالمغنی ○

اکیسویں صدی کے آغاز پر' بیسویں صدی کے آخر میں خواتین کی طاقت کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے اور اسے سیاست وقت کا موضوع بنا کر مزید طاقت کا مطالبہ اس طرح ہو رہا ہے گویا اکیسویں صدی کا سب سے مبارک کام یہی ہے' جس کے بغیر معاشرے کی ترقی نہیں ہو سکتی۔ یہ درحقیقت پُرفریب بیسویں صدی کا سب سے بڑا فریب ہے' جس میں کچھ غلط اندیش دانش ور اور خاص کر نادان خواتین اکیسویں صدی کو اُلجھانا چاہتی ہیں۔ آخر عورت کیا واقعی مجبور ہے' کہ اس کو اختیار دیا جائے؟ کیا وہ واقعی اتنی کمزور ہے کہ اسے قوت کی اشد ضرورت ہے؟ ماں کی طاقت کیا کم ہے؟ کیا بہن کا رشتہ کوئی طاقت نہیں رکھتا؟ کیا بیوی کی طاقت خاندان یا معاشرے میں کسی سے کم ہے؟ بیٹی کی محبت والدین اور دیگر رشتہ داروں کو کس سے کم ہوتی ہے؟ ان سب سوالوں کے جواب نفی میں ہیں۔ واقعہ تو یہ ہے کہ غلط یا صحیح طور پر پوری بیسویں صدی عورت کی طاقت میں بے پناہ' بے مثال اضافے کا دور ہے' جو اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صدیوں پیچھے لوٹ کر فرسودہ بوسیدہ قدیم یونان کے اس ناہنجار' احمقانہ فلسفے کی طرف مائل ہو گیا ہے:

"تہذیب کی حد یہ ہے کہ عورت ہو جائے اور عورت کی ترقی کی حد یہ ہے کہ طوائف بن جائے"۔

کیا زمانہ جدت اور قوت کی اسی تباہ کن پستی کی طرف لوٹنا چاہتا ہے جس میں بے چاری عورت دیوی بنتی تھی یا دیوداسی' جب کہ دونوں کا عملی مفہوم ایک ہی تھا' یعنی عورت کو گڑیا بنا کر اس سے کھیلنا' اس کا تماشا دکھانا؟ (اس جملے کا تعلق دیوی پوجا سے نہیں ہے)۔

خواتین کی یہ تذلیل عورت کو معاشرے کے فطری و پیدائشی رشتے سے کاٹ کر کی جا رہی ہے۔ عورت صرف عورت نہیں' جس طرح مرد صرف مرد نہیں۔ دونوں انسان ہیں اور ان کے خاندان میں'

○ سابق وائس چانسلر' پٹنہ یونی ورسٹی' بہار (بھارت)

جو معاشرے کی بنیادی اکائی اور اس کا ابتدائی عنصر ہے' ایک عورت کسی کی بیٹی ہے' کسی کی بہن ہے' کسی کی بیوی ہے اور سب سے بڑھ کر ماں ہے' جیسے مرد بیٹا ہے' بھائی ہے' شوہر ہے' باپ ہے۔ ان رشتوں کے بغیر نہ تو عورت کا بہ حیثیت عورت تصور کیا جا سکتا ہے نہ مرد کا بہ حیثیت مرد۔ ایسی حالت میں عورت یا مرد کے حقوق کا جنسی تصور انسان کو مرغ اور مرغی کی سطح پر لانا ہو گا۔ دونوں کے انسانی حقوق برابر ہیں' لیکن دونوں جنسیں یکساں نہیں۔ جس طرح مرد ماں' بہن' بیوی اور بیٹی کے فرائض انجام نہیں دے سکتا' ٹھیک اسی طرح عورت باپ' بھائی' شوہر اور بیٹے کے فرائض ادا نہیں کر سکتی۔ نفسیات (Psychology) اور جسمانیات (Physiology) کا پورا نظام مرد و عورت کے فطری اور خلقی اختلاف پر مشتمل ہے' ورنہ یک جنسی یا ہمہ جنسی (Unisex) کے تقاضے پیدا ہو کر آلڈس ہکسلے کے بقول "بہادر نئی دنیا" New (Brave World) کی ساری شجاعت کے کس بل نکل جائیں گے اور ایک ایسی ملی جلی جنس پیدا ہونے لگے گی جو نہ مذکر ہو گی نہ مونث' فقط "مخنث" ہو گی اور خواجہ سرائی کے سوا کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکے گی۔

معاشری رشتوں میں بندھے ہوئے مرد و عورت کو رشتوں کی استواری اور معاشرے کی ترقی کے لیے کس تناسب اور توازن کے مطابق طاقت چاہیے؟ کمزور کون ہے؟ طاقت کس لیے؟ عورت کو جتنا اقتدار فطرت اور روایت نے دے رکھا ہے اس سے زیادہ کتنا اور چاہیے؟ عصرحاضر میں متعدد عورتیں ایشیا اور افریقہ تک میں وزیراعظم بنی ہوئی ہیں' تو کیا کیا ہے انھوں نے اور مزید کیا کرنا چاہتی ہیں وہ' اور کیا توقع کی جا سکتی ہے ان سے؟ جب ہم ان کے لیے اقتدار محفوظ کرنا چاہتے ہیں اور مزید اختیار وہ طلب کرتی ہیں تو اس کا کوئی مقصد بھی ہونا چاہیے' گرچہ اقتدار و اختیار مرد کی ملکیت نہیں' اس میں عورت کا حصہ ہے ہی۔ پھر عورت کمزور بھی نہیں۔ اس کی اپنی ایک قوت ہے۔

عورت کی قوت' مرد سے برتر قوت' کا فلسفہ بیسویں صدی کے بالکل شروع ہی میں' سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جارج برنارڈشا نے پیش کیا۔ اس کا سب سے مشہور و مقبول ڈراما "بشر اور فوق البشر" (Man and Superman) اس فکر کا اظہار ہے۔ ڈرامے کی انتہا پر ہیروئن کے لبوں سے سوپرمین (Superman) ہی کی طلب کا کلمہ ادا ہوتا ہے' مگر غور کرنے کی بات ہے کہ وہ صرف سوپرمین کی ماں بننا چاہتی ہے اور اس کے لیے ایک باپ چاہتی ہے' نہ تو خود کو سوپرمین کہتی ہے نہ اپنے بطن سے کسی سوپر وومن کے تولد ہونے کی تمنا کرتی ہے' اس لیے کہ شا کو معلوم ہے کہ سوپر وومن کا تصور مہمل ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو سوپرمین ہی' گرچہ یہ تخیل بھی ہوائی ہے' جیسا برنارڈشا کے سب سے ضخیم حیاتیاتی ڈرامے (Back to Methuselah) کی خیالی پرواز سے معلوم ہوتا ہے۔ (اسلام میں ختم الرسلؐ کے لیے خیرالبشر کا

تصور ہے' فوق البشر کا نہیں)۔

عورت اور مرد کا فطری و دائمی فرق عورت کے لیے زیادہ اقتدار کے تحفظ کی نفی کرتا ہے۔ عورت کے حقوق بھی انسان کی حیثیت سے ہیں' نہ کہ محض عورت کی حیثیت سے۔ وہ برابر کی انسان ہے' دوسرا نصف ہے' نہ بہتر نہ بدتر' نہ قوی تر نہ ضعیف تر' وہ بس ایک شہری ہے۔ شہریت کے سارے اختیارات کے ساتھ' جنھیں عدالتی و قانونی تحفظ حاصل ہے' جب کہ مزید تحفظ ایک ایسی نابرابری اور جنسوں کے درمیان بے جا امتیاز پیدا کر سکتا ہے جس پر عدالت میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔ صنفی برابری کو بہرحال حد سے بڑھ کر نابرابری تک اس شان سے نہیں پہنچنا چاہیے کہ عورت کے اقتدار میں گنتی کا اضافہ تو محفوظ ہو جائے اور مرد کا بچا کھچا اختیار غیر محفوظ رہے۔ اس طرح کی نامنصفانہ اختیار دہی اور اس کا تحفظ مرد و عورت' شوہر اور بیوی' بیٹا اور بیٹی' بھائی اور بہن کے خاندانی اور معاشری رشتوں کی ناہمواری اور خرابی کا باعث ہو سکتا ہے۔ یہ سیاست و حکومت کے عہدوں پر عورت کی ولالی کے لیے محاورے میں "جورو کے غلام" پیدا کر سکتا ہے۔ ماں' باپ' بیوی اور شوہر کے خاندانی رشتوں پر اس سے ایسی کاری چوٹ لگ سکتی ہے کہ بچوں اور بچیوں کی پرورش اور ان کی نفسیات میں فطری کردار کی تحریف (subversion of natural role) کے سبب بے شمار الجھنیں اور تخریبات (complexes and perversions) نمایاں ہو سکتی ہیں۔ اقبال نے ایک صدی قبل ہی یورپ کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر کہہ دیا تھا:

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟
مرد بے کار و زن تہی آغوش!

تحفظ کی ضرورت آج کے علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کی جنم دی ہوئی آلودگیوں کو دیکھتے ہوئے مرد و عورت دونوں کو ہے' تاکہ عورت کی خطرے میں پڑی اور تیزی سے مٹتی ہوئی نسوانیت باقی رہے اور مرد کی مردانگی' ورنہ نام نہاد کھلے معاشرے (open society) میں مرد و عورت کا بے روک آزادانہ اختلاط تعلیم و معیشت و معاشرت کے ہر دائرے میں' بقول اکبر الٰہ آبادی' زن کو نازن اور مرد کو نامرد بنا سکتا ہے بلکہ بنا رہا ہے۔ اقبال نے کہا تھا:

یہ ڈراما دکھائے گا کیا سین؟
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

پردہ تقریباً اٹھ گیا ہے۔ مغربی تہذیب کے ڈرامے کا سین ہمارے سامنے ہے۔ نئے کلچر کے نام پر وحشت کی ہوائیں چل رہی ہیں' گھروں کے خیمے اکھڑ رہے ہیں' بازار کی رونق بڑھ رہی ہے' پارک آباد ہو رہے ہیں' ہوٹل گھر بن رہے ہیں۔ اکبر کی پیش گوئی صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ اپ ٹو ڈیٹ اور موڈرن شرفا

کی عمریں' بالخصوص ترقی یافتہ ممالک میں' ہوٹلوں میں کٹ رہی ہیں اور وہ مرتے ہیں ہسپتال کے بستروں پر۔ دریاؤں کے کنارے صحت افزا جھونپڑوں میں اور ریت کے بستروں پر بحرِمحبت موجیں مار رہا ہے اور ساحلوں سے انسانیت کے بکھرے اور بچے ہوئے خس و خاشاک بہائے لیے جا رہا ہے۔ یہ صرف آزادی نسواں (Women's Lib) کا کرشمہ ہے۔ اب Women's Empowerment کا ہائیڈروجن بم جو پھٹے گا تو انسانیت کے ذرات فضاؤں میں اڑیں گے' جب کہ مغربی تہذیب کے تنکے مشرق کے سمعی و بصری ذرائع (audio-visual media) پر ٹیلی وژن اور بھیانک وی سی آر کے ہاتھوں گھر گھر میں اڑ رہے ہیں اور گویا پورا گھر خواب گاہ (bed-room) بنا ہوا ہے۔

بقول اقبال مرد کی رگوں میں خون سرد ہو چکا اور غیرت کی حرارت باقی نہیں رہی ہے' ورنہ:

نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد

اب مرد ہی نہیں' فقط ہیرو بن کر رہ گیا ہے؟ Empowerment وہ تصور ہے جس سے بنک میں کاغذ کے سکے مل جائیں گے اور عزت و ناموس اور خاندان و معاشرت نیز تہذیب و ثقافت اور عفت و عصمت یا سیرت و کردار کا بدل بنیں گے۔ قرآن کی یہ آیت بہت ہی فکرانگیز ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط (الاحزاب ۳۳:۵۹) اے نبیؐ' اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔